رسالہ

اعجوبہ

مرتبہ

مولوی محمد [illegible] صاحب مصنف [illegible]

حسب فرمائش

جناب مولوی سید نور الحسین صاحب

خلف نواب قادر الملک مرحوم و مغفور

مطبوعہ مطبع مفید دکن



مکتوب

بخدمت

مظفر اور ناظر کے خیالات اور اُن کی
باہمی تقریر اور اُن کے خیالات کے نتیجے

اختر حضرت مخاطب ہوکر معاف کیجئے زیادہ
چھ بجے آپ سے مکان پر رخصت ہوا تو معلوم ہوا کہ
آپ کسی دوست کی شادی میں گئے ہوئے ہیں
تھوڑی دیر تک چلا آیا آپ نے تو مجھے یاد نہ کیا
اب سے فرصت نہیں ہوئی بعض لوگوں سے
معلوم ہوا کہ آپ فرمایا چار روز سے مکان نہیں
آئے اور اُن شادی میں مصروف ہیں ذرا سے
کس کی شادی تھی کتنے روز قیام رہا تو آپ نے
ہم کو کیوں یاد نہیں فرمایا ۔

ظفر بھائی آپ کو بہت تکلیف ہوی آپ کی اس [illegible] فرمائی کا شکریہ عرض کرتا ہوں فی الواقع چھ ر[illegible]ے ہمارے ایک دوست کندہ سانی کے ہاں شادی میں مدعو تھا دُور دُور سے نامور طائفے بلائے گئے تھے - چھ دن تک وہ لطف رہا کہ میں کبھی ایسے پُرلطف جلسوں کو نہ بھولوں گا اور میرے ساتھ دونوں لڑکے بھی تھے مدرسہ سے اُن کو اجازت دلادی گئی تھی - شب بیداری کی وجہ سے طبیعت بہت خراب ہے +

اختر اگر اجازت ہو تو اس معاملہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ ناگوار خاطر نہ ہو +

ظفر فرمائیے خوشی سے سنوں گا ناگوار خاطر کیوں ہونے لگا دوستوں کی نصیحت بہت قیمتی چیز ہے +

اختر بھائی ہم جس مذہب کے پابند ہیں اُسکی روسے تو ناچ کے جلسوں میں شریک ہونا سخت منع ہے بہت افسوس ہے کہ آپ ایسے ناپاک

جلسوں میں شریک رہے اور اپنے ہونہار لڑکوں کا
وقت بھی آپ نے ضائع کیا جب ایسے جلسوں میں
آپ خود بچوں کو لیگئے تو کیا اُمید ہو سکتی ہے کہ
آئندہ آپ کے لڑکے نیک چلن رہیں گے ناچ کے
جلسوں میں شریک ہونا گویا بدچلنی کی بنیاد ڈالنا ہے
جو لوگ اپنے بچوں کو ناچ کے جلسوں میں لیجاتے ہیں
یا اُن کو شریک ہونے کی اجازت دیتے ہیں میری
قطعی رائے یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے بچوں کو خود
بدچلن بناتے ہیں - اِن بچوں کو تو اس قسم کے
مجالس سے اس طرح بچانا چاہئے جیسے آگ سے
باروت بچائی جاتی ہے +

ظفر بھائی صاحب ہندوستان میں تو ناچ کا
عام طریقہ ہوگیا ہے بغیر ناچ کے کہیں شادی نہیں
ہوتی کندہ ساحی کے ہاں ناچ کے علاوہ قوالی بھی
تھی وہ تو ہر حالت میں جائز ہے پھر آپ مجھے کیوں
منع فرماتے ہیں +

اختر بھائی جان قوالوں کا راگ سُننا خود آپ

مختلف فیہ مسئلہ ہے مابین علماء کے اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعضوں نے جائز رکہا ہے بعضوں نے قطعی حرام بتایا ہے لیکن کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ راگ کا سننا فرض یا واجب ہے۔

ایسی حالت میں بہتر یہہ ہوگا کہ ایسے مختلف فیہ مسئلہ کے جواز اور غیر جواز سے بحث ہی نہ کریں اور حتے الامکان ایسے محافل میں نہ جاویں کیونکہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں +

ظفر بھائی صاحب قوالوں کے راگ کو تو بڑے بڑے علماء اور مشائخ اور اولیاء اللہ نے سنا ہے اور اس سے لطف حاصل کیا ہے +

اختر بھائی جان ان بزرگوں کی برابری ہم کہاں کرسکتے ہیں ان میں ہم میں زمین و آسمان کا فرق ہے

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جب آپ اس درجہ پر پہنچ جاوینگے تو آپ کو بھی

راگ کا سُننا جائز ہو جائیگا۔ اور راگ پر کیا موقوف ہے۔

بزرگان دین اور اصحاب دل کا تو وہ حال تھا

کسانیکہ یزداں پرستی کنند
برآواز دولاب مستی کنند

بزرگان دین کی نہ کہو وہ تو شب بھر جاگتے اور یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے دُنیا و مافیہا کو وہ شئے حقیر خیال کرتے تھے راگ سے اور بھی اُن کا ذوق و شوق بڑھتا تھا اور بحر توحید میں وہ غوطہ زن ہو جاتے تھے۔

بخلاف اس کے عوام الناس راگ سے نقصان اُٹھاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ یاد الٰہی میں ثابت قدم ہوں بُرے خیالات پیدا کرتے ہیں راگ سُنتے سُنتے کسبیوں کے ناچ اور گانے پر راغب ہوتے اور پھر زنا و حرام کاری کے میدان میں قدم بڑھاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے بعض علماء نے نفس راگ کو حرام بتایا ہے اگرچہ بارش سب کو یکساں نفع پہنچاتی

ہے - لیکن باغات میں میوے اور پھولوں کے درخت اُگتے ہیں اور جنگل میں گھاس پھوس کے درخت - اسیطرح راگ سے بزرگان دین کچھہ اور نفع حاصل کرتے ہیں اور عوام الناس کچھہ اور نتیجہ نکالتے ہیں -

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

بہر حال راگ سُننے کے لیئے اہلیت شرط ہے -

اِذَا كُنْتَ اَهْلاً لَهُ فَاسْتَمِعْ
وَاِلَّا فَدَعْ وَاجْتَنِبْ وَامْتَنِعْ

یعنے جب تو راگ کے سُننے کا اہل ہے تو سُن ورنہ اُسے چھوڑ دے اور باز رہ -

ہمارے مولانا سعدیؒ نے خوب تصفیہ فرمایا ہے "مگر مستمع را بدانم کہ کیست" مطلب یہ ہے کہ سُننے والا اہل ہو -

اگر کوئی امر فی نفسہ جائز ہو لیکن اُس جواز کے آڑ میں جُہال افعال قبیحہ کے مرتکب ہوں یا

مرتکب ہونے کا اندیشہ ہو تو ہماری راے یہ ہے کہ
ایسی حالت میں خود علماء کو اِس کے متعلق احتیاط
کرنا چاہیئے تاکہ جہال گناہ کا ارتکاب نکرنے پاویں
احیاء العلوم اُٹھا کے دیکھیئے اُس میں حضرت امام غزالی
نے راگ سُننے کے لیئے کیسے سخت قیود و شروط
لگائے ہیں - اگر اِن قیود و شروط کے ساتھ راگ
سُنا جائے تو کچھ ہرج نہیں ہے ورنہ عوام کے حق
میں خطرناک امر ہے - خیر یہ تو راگ کے حالات تھے
اب کسبیوں اور بازاری عورتوں کے راگ اور ناچ
کا حال سماعت فرمائیے - ہندوستان میں یہ عیب
عالمگیر ہوگیا ہے کہ شادی اور عرسوں میں علانیہ
رنڈیوں کا ناچ کرایا جاتا ہے حالانکہ ہماری شریعت
کی رو سے اس قسم کا راگ اور ناچ دونوں قطعی حرام
ہیں - ہمارے سرکار دوعالم نے سخت منع فرمایا
ہے - کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ دیدہ دانستہ کیوں
ایسا فعل کیا جاتا ہے جو مذہب - اخلاق دونوں
حیثیتوں سے مذموم ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ

جو لوگ اُس کی حرمت سے واقف ہوکے ناچ دیکھتے ہیں وہ جُرم خلاف ورزی باحکم سرکار کے مجرم ہیں لہذا ان سزاؤں کے مستحق ہو سکتے ہیں جو شارع نے مقرر فرمائی ہیں۔

ہمارے سرکار دوعالم سے پوچھا گیا کہ بیگانہ عورت پر یکایک نظر پڑ جائے تو کیا کیا جائے۔

ارشاد ہوا کہ اپنی نظر فوراً اُس طرف سے پھیر لیجائے اور جناب علیؓ کو ارشاد ہوا کہ ایک نظر جو یکایک کسی نامحرم پر پڑ جائے تو تم اُسکے بعد دوسری دفعہ نظر نہ کرو کیونکہ پہلی نظر قابل درگذر ہے اور دوسری بار نظر کرنا ناجائز ہے۔

چونکہ ناچ کے جلسوں میں شریک رہنا عوام معیوب خیال نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے باپ بیٹے حاکم محکوم سب ایک ہی جلسہ میں شریک رہتے اور لطف اٹھاتے ہیں ایک ہی عورت کو سب دیکھتے اور لذت حاصل کرتے ہیں حالانکہ جس عورت کو باپ نے ایک دفعہ نظر شہوت سے دیکھ لیا ہو وہ لڑکے کے

حق میں ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ مسلمان ہوکے علانیہ ایسے کام کریں جن کے نتائج بالعموم مذموم و معیوب ہیں۔
غضب تو یہ ہے کہ نوجوان لڑکوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے جلسوں کو رونق دیتے اور اُن کی اخلاقی تخریب کے باعث ہوتے ہیں۔ جو لوگ ناچ کے جلسوں سے انکار کرتے یا اُس میں شریک ہونا نہیں چاہتے ہیں۔ ناچ دیکھنے والے حضرات مطعون کرتے اور اُن کے اتقیاصوں کا مذاق اُڑاتے ہیں ظاہر ہے کہ اسلام کا ضعف اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ احکام شریعت پر دل لگی کیجاتی ہے۔ ناچ کے جلسوں میں شریک رہنے سے اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ بہت کم دیکھا گیا ہے کہ ناچ کے جلسوں کا شائق زنا سے محفوظ اور امراض خبیثہ سے بچا ہوا ہو۔
تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے کہ خلفاء بنی امیہ سوایک خلیفہ نے اپنے ماتحتوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ

خبردار گانے بجانے کے پاس نہ پھٹکنا - یہہ زنا کا پیش خیمہ ہے جب تم گانا سُنتے ہو تو اسبات کا ہم کو خیال ہوتا ہے کہ تم زنا بھی کرتے ہوگے - ناچ گانے کے جلسے زنا کی ترغیب دیتے ہیں اور جہاں زنا بکثرت ہوجاوے وہاں ہیضہ و طاعون سب کچھہ موجود ہوجاتا ہے -

جیسا کہ حضرت مولانائے رومؒ نے فرمایا ہے -

ابر ناید از پے منع زکوٰۃ
وز زنا افتد وبا اندر جہات

جن لوگوں کو ممانعت کی قدرت ہے اور وہ باوجود ایسی مقدرت کے اس قسم کے فحش جلسوں میں بجائے دوسرونکو ممانعت کے خود شریک ہوتے ہیں وہ اور بھی بدنما ہے اور خدا کے ہاں اس کا سخت سوال ہوگا لہذا علماء اور مشائخ کا کام یہہ ہے کہ حتی الامکان کوشش کرکے اس قسم کے جلسوں کو بند کریں - نہ یہہ کہ عوام کے ساتھ آپ بھی شریک رہکے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی خلاف ورزی

کریں - سرکار انگریزی ہو یا ہمارے سرکار نظام
دونوں کے قوانین پر تعجب ہوتا ہے ایک طرف تو
رعایا کے اصلاح اخلاق و انسداد بدچلنی کے لئے وہ
سختی کی گئی ہے کہ فحش کتابوں کا بیچنا اور فحش شعر
پڑھنا اور فحش گیت گانا جرم قرار دیا گیا ہے دوسرے
طرف وہ آزادی دی گئی ہے کہ رنڈیاں فحش پیشہ
کے لئے ہر وقت تیار اور آمادہ رہتی ہیں
اور اس آزادی کی وجہ سے ملک کے معزز خاندان
کے نوجوان لڑکے تباہ و برباد ہوگئے اور ہوتے جاتے
ہیں - جہاں بدچلنی کا خطرہ پیدا ہوتا ہے وہاں تو اس کا
نمائشی انسداد کردیا گیا ہے اور جہاں بدچلنی واقع
ہو جاتی ہے اُس کے انسداد کی کوئی تدبیر نہیں کیگئی
بعض اشخاص کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی خاطر سے
ہم اس ناپاک جلسہ میں شریک ہوئے تھے اُس کا
جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ عذر گناہ
بدتر از گناہ ہے ؛

ظفر بھائی جان آپ نے تو معقول اور مدلل

نصیحت فرمائی ہے میں حتے الامکان اُس کے موافق کاربند رہونگا لیکن مشکل یہ ہے کہ میرے لڑکے ناچ کے دیوانے ہیں اور اب وہ جوان ہوگئے ہیں اسلئے میں اُنکو روک نہیں سکتا - پرسوں ہی کا واقعہ ہے کہ اپنے ماں کے کرن پھول چُپکے سے لیجاکر حضرت بخش نامی طوائف کو دیدیا اگر ذرا سی غفلت ہوجاوے تو سب زیورات اُس کو لیجاکر دیدیگا

اختر تعجب ہے کہ آپ نے اپنے بچوں کو ایسے نالائق بنا رکھا ہے - قصور معاف یہ سب خرابی آپہی کی ڈالی ہوئی ہے ماں باپ کو چاہئے کہ خود عمدہ نمونہ بنکے اولاد کو بتادیں اگر ماں باپ نیک چلن اور محتاط ہیں تو اولاد بھی اُن کے قدم بقدم چلے گی باپ خود ناچ کا دیوانہ ہو تو بھلا اولاد کیوں ناچ کی دیوانی نہ ہوگی -

اولاد کو نیک چلن بنانا برسوں کا کام ہے بدچلن بنانے کے لئے چند منٹ کافی ہیں - اسلئے خدا کے لئے اپنی اولاد اور اپنے قوم کے حال پر رحم کرکے خود ناچ کے

جلسوں سے اجتناب کیجئے یہ ضرور نہیں ہے کہ علمأ فضلا، ہی اس سے بچیں بلکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس سے نفرت کرے۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ عدالت کے حکام کو سب سے زیادہ احتیاط لازم ہے کیونکہ حکام عدالت تصفیہ حقوق کے لئے مقرر ہوئے ہیں اُن کا یہ کام نہیں ہے کہ علانیہ فحش جلسوں میں شریک رہکے دوسروں کے ترغیب کے باعث ہوں۔

قصہ مختصر۔ قصور معاف کیجئے آپ کا بہت وقت لیا اب مکان جاتا ہوں کچہری کا وقت آگیا ہے +

ظفر پان حُقہ تو ملاحظہ فرمائیے آپ کو درحقیقت بڑی تکلیف ہوئی۔ آپ کو معاف فرمانا چاہیئے +

اختر نہ ہم پان کے عادی ہیں نہ حُقہ کے کھانا وقت پر ملجائے تو بس ہے۔ خدا حافظ +

هِدَایَةُ الْقَمَر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان کی زندگی ساٹھ ستر برس ہی تک عموماً ہوا کرتی ہے اُس کے بعد تو دنیا سے اُس کو چل دینا پڑتا ہے اور یہہ ساٹھ ستر برس کا قیام بھی یقینی نہیں ہے بلکہ ہر دم موت کا خطرہ لگا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ انگریزی تعلیم محض دنیوی منافع کے خیال سے ہوتی ہے دین سے آج کل اُس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے عربی علم تو ہمارا مذہبی علم ہے اور دین داری کا سارا مدار اُسی پر ہے جب تک عربی علم پر عبور نہو قران و حدیث کے مضامین فصاحت کے دریافت پر کوئی قادر نہیں ہوسکتا ہے جب یہ حالت ہے تو گویا احکام الٰہی سے بے خبری ہے

عقول انسانی پر فوس ہے کہ ساٹھ ستر برس کی زندگی
آرام سے بسر کرنے کی امید پر تو دس دس پندرہ
پندرہ برس محنت کرکے انگریزی علم پڑھتے اور
ڈگریاں حاصل کرکے فخر کرتے ہیں لیکن جہاں ہم کو
دوام رہنا ہے اور جس کی بدولت انعام الٰہی سے
واقفیت ہوتی ہے اُس کے لئے کچھ بھی فکر نہیں ہے
عارضی سکونت کے لیے تو بڑے بڑے قلعہ اور انگریزی
کوٹھیاں تیار کیجاتی ہیں مگر جہاں ہماری مستقل سکونت
ہے وہاں خس پوش یا سفال پوش مکان بنانے کی بھی
فکر نہیں ہے جس حاکم کی حکومت دائمی اور لازوال
ہے اور جس کے حکم کا نہ اپیل ہے نہ نگرانی نہ تجویز ثانی
اور جو جرم وہ قرار دیتا ہے وہ نہ قابل ضمانت ہے
نہ لائق راضی نامہ۔ پس ایسے حاکم سے ہمیشہ ڈرتے
رہو اُس کے وارنٹ کی تعمیل فوری ہوجاتی ہے
اُس کی مزاحمت کرنے کا دل میں خطرہ تک کوئی نہیں
لاسکتا۔ اُس کا انصاف حقیقی انصاف ہے ذرہ برابر
نا انصافی کا شبہ نہیں ہے۔ لیکن اگر خوف ہے تو

اپنے ہی اعمال اور اپنے ہی جرائم کا تا ہم وہ رحمدل
اور غریب پرور بھی ایسا ہے کہ ذرا سی عاجزی و
معذرت پر عمر بھر کے قصور معاف فرما دیتا ہے اگر
وہ انصاف کرنے بیٹھے تو ہمارے اعمال کے لحاظ سے
ہم حبس دوام بعبور دریاے شور یا پھانسی کے سزاوار
ہیں ہاں اگر بلا مواخذہ ملزم رہا کرنے کا حکم ہو جا
تو بیڑا پار ہے - اسلئے ہم پر لازم ہے کہ اپنے
قصورات پر نادم اور اُسی کے فضل کے خواہاں
رہیں +

تنویرُالقمر

منصفوں کے اصلی فرائض



منصفی و ججی کا کام بہت ہی نازک اور خطرناک ہے دنیوی ذمہ داری و جوابدہی سے زیادہ اخروی جوابدہی اُن کے ذمہ ہوتی ہے اسی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ نے دنیوی قید بھگت لی اور دُرّے کھائے لیکن عہدۂ قضا کے قبول فرمانے سے انکار کیا۔ سچ ہے کہ دو دن کی زندگی کسی نہ کسی طرح ختم ہوجاتی ہے مگر خدا کے پاس کی جوابدہی درحقیقت مشکل چیز ہے۔ افسوس کہ آج وہ زمانہ آگیا ہے کہ بغیر تنخواہ کے ایسے عہدہ کے حاصل کرنے میں کوشش کیجاتی ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کو حکومت کا شوق ہوتا ہے اور حق رسانی یا انصاف کا خیال مطلق

اُن کے ذہنوں میں نہیں رہتا ہے جس ملک یا حصّہ ملک پر خداوند عالم مہربان ہوتا ہے وہاں نیک خصال اور عادل حاکم مقرر فرماتا ہے بقول سعدیؒ

بہ قومے کہ نیکی پسند د خدائے

دہد حاکم عادل و نیک رائے

منصف یا جج وہی اچھا ہے جو عادل اور نیک رائے ہو ایسا ہی شخص خدا کے ہاں پسندیدہ ہے۔

حق تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ یعنے جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انہیں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ تعالےٰ منصفوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۱) منصف کا کام ہے کہ وہ ہمیشہ با وضو وقت معینہ پر اجلاس پر پہنچ جائے اور پہنچتے ہی اپنے دل میں منصف حقیقی کا شکر بجا لاوے کہ اُسنے اپنی کثیر مخلوق کے حقوق کا تصفیہ اُس سے متعلق فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں دل سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم اُس کو

عدل و انصاف کی توفیق دے اور اُس کا فیصلہ
حق بجانب ہو +
(۲) جب کام شروع ہو تو انصاف و عدل پیش نظر رکھے قواعد فقہ اور اُن احکام کے ساتھ جو سرکار سے مقرر ہیں فیصلے کرے +
(۳) کسی فریق کی عظمت و تمول یا اُس کے غربت و افلاس کا خیال دل میں نہ رکھے رونداد مقدمہ سے جس فریق کا حق بجانب ہو اُسی کے حق میں فیصلہ کیا جائے +
(۴) اہل مقدمات کے تحفے تحائف یا اُنکی دعوت قبول نہ کرے دوران کارروائی میں اپنے مکان پر بھی اہل معاملات سے نہ ملے +
(۵) ممنوعات شرعیہ سے ہمیشہ اپنے کو محفوظ رکھے اور ایسے مجالس میں نہ جاوے جہاں شریعت کے احکام کی تحقیر یا احکام شریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہو
(۶) ہمیشہ مُفت خوری اور ارزاں خرید اشیأ سے اجتناب کرے +

(۷) اپنے ماتحت عمال کے افعال پر نگراں رہے انسداد ظلم کے لئے ظالم عمال کو عبرت انگیز سزا دیجائے عادل بادشاہوں کے کارنامے دیکھا کرے اور اُس سے سبق حاصل کیا کرے +

(۸) لوگوں کی خوشامد یا شیریں کلامی سے اپنی طرز کو نہ بدلے ایک ہی نظر سے دونوں فریق کو دیکھے +

(۹) اپنی تنخواہ کے موافق اخراجات رکھے اگر تنخواہ سے زیادہ اخراجات رکھے جاویں گے تو خواہ نخواہ وصول زر ناجائز کی فکر ہوگی اُس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ خلق میں مطعون اور خالق کے ہاں معذب ہوگا +

مقدمہ کی اصلیت اور صحت دعوے کا تیقن بہت مشکل امر ہے اِس لئے فیصلہ کے بعد بھی خدا کی درگاہ میں عفو تقصیر کی التجا کرے +

(۱۰) انصافانہ کام کرکے یہہ اُمید رکھنا بھی قابل افسوس ہے کہ لوگ تعریف کریں اگر ایسا خیال رکھے گا تو خداوند عالم کے پاس ایسے عدل و انصاف کرنے والے کو کچھہ بھی ثواب نہیں ملے گا +

حضرت عمر فاروقؓ کے کارنامے دیکھکر اُس کی تقلید کرے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی حرم محترم نے شاہ فارس کے بی بی کے پاس عطر کی چند شیشیاں بھیجیں تو اُس نے عطر خالی کرکے جواہرات اُس میں بھرکے بھیجدیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگرچہ عِطر تمہارا تھا لیکن جو شخص ان شیشیوں کو لے گیا تھا وہ سرکاری آدمی تھا اسلئے وہ جواہرات بیت المال کا حق ہیں اور بیت المال میں جواہرات داخل کرلینے کا حکم دیا اور تھوڑا سا حِصہ اُن کو بھی دیا گیا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور ابی بن کعب میں کچھہ نزاع تھی ابی نے زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ دائرکیا حضرت عمرؓ مدعی علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوے زید نے تعظیم دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہہ تمہارا پہلا ظلم ہے یہہ کہکر ابی کے برابر بیٹھ گئے ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور حضرت عمرؓ کو دعوے سے انکار تھا۔ ابی نے قاعدہ کے مطابق حضرت عمرؓ سے

قسم لینی چاہی لیکن زید نے اُن کے رُتبہ کا پاس کرکے ابی سے درخواست کی کہ امیرالمومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری پر رنجیدہ ہوے اور فرمایا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہوں تم منصب قضا کے لائق نہیں سمجھے جا سکتے ÷

عِبرتُ القمر

جائیکہ ہست ذکر حسینؓ و بلائے او
رحمت نزول می کند از کبریائے او
آبے زند بآتش دوزخ دریں جہان
چشمے کہ ہیچ ابر بگرید برائے او

ہمارے سرکار ہمارے آقائے نامدار کا ارشاد ہے کہ محبت میری اہلبیت کی مثل کشتی نوحؑ کے ہے جو شخص اسمیں سوار ہوا نجات پایا اور جس نے اس کی خلاف ورزی کی ہلاک ہوا یعنے ہمارے سرکار کی اہلبیت سے جو شخص محبت رکھے گا وہ گویا نجات پایا اور منزل مقصود کو پہنچا

اور جس نے اُن سے محبت ترک کی وہ دریاے
ہلاکت میں ڈوبا۔

یا آلٰہی از براے مصطفےٰ
پنجتن کی دوستی میں رکھ سدا

اور دوسرے موقع پر ارشاد ہوا کہ تم میں کا بہترین
وہ شخص ہے جو میرے بعد میری اہلبیت
کے ساتھ احسان کرے اور حجۃ الوداع میں کسی
موقع پر ارشاد ہُوا کہ اے لوگو تم میں دو چیز
چھوڑ جاتا ہوں اگر تم اس کو اختیار کروگے تو گمراہ
نہوگے ایک کتاب الٰہی یعنے کلام اللہ ہے اور
دوسری میری اہلبیت ہے +

اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا
کہ میری شفاعت میری اُمت سے اُن لوگوں کے
لئے ہے جو میری اہلبیت کو عزیز اور دوست
رکھتے ہیں +

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوستی ایک

روز کی آل محمد سے بہتر ہے عبادت اِک سال سے یعنے عبادت سے اِک سال کے ۔ حضرت سرور عالم کے اہلبیت کی اک روزہ محبت بہتر ہے افسوس ہزار افسوس اُس گروہ پر جس نے اپنے نبی کے لاڈلے اور پیارے نواسہ کے ساتھ دیدہ و دانستہ یہ بد سلوکی اور یہ ظلم کیا کہ سنکر کلیجہ پانی ہوتا ہے یزید کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ اُس کے افعال بلاشبہ مستحق لعنت ہیں یزید میں چار لفظ ہیں۔ اُس کی توضیح یوں ہوسکتی ہے

ی سے یاس من رحمتہ اللہ یعنے خدا کی رحمت سے ناامید
ز سے مُراد زرد رو یا زنبور تکلیف دہ۔
ی سے مُراد یابس یعنے دل و دماغ کا خشک
د سے مُراد دابّہ یعنے چارپایہ یعنے اُس کے افعال جانوروں کے جیسے ہیں ۔

اور ہمارے سرکار کے نام مبارک میں جو چار لفظ ہیں اُس کی تشریح یہ ہے ۔

ح سے مراد حاکم اہل ایمان۔
س سے مراد سردار اپنی نانا کی امت کا۔
ی سے مراد یادگار رسول اللہ و یادگار سیدنا علی مرتضیٰ
ن سے مراد نہ خدا کشتی ایمان کا۔

بہر حال ایسے دردناک واقعہ کا جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے اور اُن کے درد و غم کو یاد کرتے رونا ہمارے مغفرت کا باعث ہے۔

ولادت باسعادت آپ کی سنہ ۴ھ میں ہوی اور اُنکی عمر ۵۸ سال سنہ ۶۱ھ میں شہادت ہوئی اگرچہ اس دردناک واقعہ کو بارہ سو برس سے زیادہ زمانہ ہولیا لیکن ہر سال محرم شریف میں یہ واقعہ تازہ ہو جاتا ہے اور خلق خدا کا دل دردناک اور متاثر ہوا جاتا ہے۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول

۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۳ھ